اسلام میں قیادت کا تصور

تحریر: محمد خالد سیف، اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، جو دنیا و آخرت سے متعلق تمام امور ومعاملات کے بارے میں مکمل راہنمائی فراہم کرتا ہے، عبادات ہوں یا معاملات، تدبیر منزل ہو یا امور سیاست، اسلام انسانی زندگی کے ہر ہر گوشہ کے بارے میں اپنا ایک خاص تصور پیش کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو یہ تلقین کرتا ہے کہ ان کی نہ صرف آخرت کی کامیابی بلکہ دنیا کی بھی کامیابی وکامرانی کا راز اسی بات میں مضمر ہے کہ وہ اپنے آپ کو مکمل طور پر اسلام کے عطا کردہ احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے کا پابند بنائیں کہ اسی میں ان کی حیات، ان کی نجات اور ان کی بقا اور استحکام کا سامان رکھ دیا گیا ہے، چنانچہ ان سطور میں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ سیادت وقیادت کے بارے میں اسلام کیا تصور پیش کرتا ہے؟

اس بارے میں تو کسی کو بھی شک نہیں ہونا چاہیے کہ اسلام کے دیگر تصورات کی طرح، سیادت وقیادت اور امارت، وخلافت کے بارہ میں بھی اسلام کا تصور سب سے بلند وبالا اور ارفع واعلی ہے کیونکہ یہ تصور مخلوق میں سے کسی ہستی کے افکار پر مبنی نہیں ہے بلکہ یہ تو اس خالق کائنات کا عطا کردہ ضابطہ اور دستور ہے جو اپنے بندوں کے حالات وواقعات کو ان سے زیادہ بہتر جانتا ہے۔ اسلام میں اس بات پر بے حد زور دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کا معاشرہ یا اسلامی ریاست کسی بھی وقت خواہ حالات کوئی سا ڈھب بھی اختیار کیوں نہ کر گئے ہوں، اس شخصیت کے وجود سے محروم نہ ہو جس کے سر پر مسلمانوں نے اپنی قیادت وسیادت کا تاج رکھا ہو، ایسی شخصیت کو اسلامی اصطلاح میں امام، خلیفہ یا امیر المؤمنین کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے گویا امامت، خلافت اور امارت کے الفاظ مترادف ہیں، جیسا کہ ہم نے عرض کیا اسلام کی منشا یہ ہے کہ اسلامی ریاست کسی بھی وقت اپنے سربراہ کے وجود سے خالی نہ ہو تا کہ دین اسلام کے شعار کو برقرار رکھا جاسکے، عدل وانصاف فراہم کرنے والے اداروں کو باقی رکھا جاسکے تا کہ مظلوموں کی دادرسی ہو اور ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچایا جاسکے اور اس نوع کے دیگر تمام اہم امور کی انجام دہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جاسکے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یایھا الذین امنوا اطیعوالله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم"(۱)

(مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ "اولوالامر" سے مراد حکمران ہیں۔ امام طبری فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں زیادہ صحیح قول یہی ہے کہ اولوالامر سے مراد وہ امراء وحکام ہیں ، جنہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور مسلمانوں کی مصلحت کے لئے منصب اقتدار پر فائز کیا گیا ہو(۲) لیکن امام المفسرین حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ آیت عام ہے اور بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق تمام امراء وعلماء سے ہے(۳)

بہر آئینہ ہمارا اس آیت سے استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کے ساتھ ساتھ مسلمانوں پر ان کے حکمرانوں کی اطاعت کو بھی واجب قرار دیا ہے ، ان کی اطاعت کو واجب قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمان کسی کو منصب قیادت وسیادت پر فائز کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی شخصیت کی اطاعت کا حکم تو دے نہیں سکتا ، جس کا کوئی وجود ہی نہ ہو لہذا مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ کسی موزوں اور مناسب شخصیت کو اپنے امام وقائد کے طور پر مقرر کریں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے:

"فاحکم بینهم بما انزل الله ولا تتبع اهوآءهم عما جاءک من الحق"(۴)

(جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے، اس کے مطابق ان کا فیصلہ کرنا اور حق جو تمہارے پاس آچکا ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا)

اور فرمایا:

"وان احکم بینهم بما انزل الله ولا تتبع اهوآءهم واحذرهم ان یفتنوک عن بعض ما انزل الله الیک(۵)

(اور (ہم پھر تاکید کرتے ہیں) جو (حکم) اللہ نے نازل فرمایا ہے، اسی کے مطابق ان میں فیصلہ کرنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اور ان سے بچتے رہنا کہ کسی حکم سے جو اللہ نے تم پر نازل فرمایا ہے ، یہ کہیں تم کو بہکا نہ دیں)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق مسلمانوں کے فیصلے کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت ﷺ کو جو حکم ہوتا ہے ، وہی حکم امت کیلئے بھی ہوتا ہے الا یہ کہ تخصیص کی کوئی دلیل ہو اور یہاں تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے لہذا قیامت تک کے مسلمانوں کیلئے یہ حکم ہے کہ وہ نظام حکومت قائم کریں اور اپنے ملک میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق نظام کو ترتیب دیں۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"لقد ارسلنا رسلنا بالبینت وانزلنامعهم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط. وانزلنا الحدید فیه باس شدید ومنافع للناس ولیعلم اللہ من ینصرہ ورسلہ بالغیب. ان اللہ قوی عزیز(٦)

(ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو(یعنی قواعد عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور لوہا پیدا کیا، اس میں(اسلحہ جنگ کے لحاظ سے) خطرہ بھی شدید ہے اور لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں اور اس لئے کہ جو لوگ بن دیکھے اللہ اور اس کے پیغمبروں کی مدد کرتے ہیں، اللہ ان کو معلوم کرے۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوی(اور) غالب ہے)

یعنی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے پیرو کاروں کا مشن یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین وشریعت کے مطابق لوگوں میں عدل وانصاف قائم کریں اور ظاہر ہے کہ انبیاء کرام کے پیروکاروں کے لئے عدل وانصاف قائم کرنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس سلسلہ میں وہ کسی کو اپنا سربراہ بنا کر اس کے سر پر مسلمانوں کی قیادت وسیادت کا تاج نہیں رکھ دیتے تاکہ وہ نہ صرف عدل وانصاف کو قائم کرے بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے مقابلہ کیلئے اسلامی افواج کو بھی تیار کرے۔

قرآن مجید کی وہ تمام آیات جن کا تعلق، حدود، قصاص اور دیگر احکام سے ہے، وہ بس اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مسلمانوں کیلئے ہر وقت ایک ایسے امام وقائد کا ہونا ازبس ضروری ہے، جو بوقت ضرورت ان احکام الٰہی پر عمل در آمد کرا سکے۔ نیز وہ تمام آیات جن کا تعلق امر بالمعروف، نہی عن المنکر یا احکام الٰہی میں سے کسی بھی حکم سے ہے، وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اسلامی ملک میں شرعی امامت وقیادت کا وجود ازبس ضروری ہے کیونکہ اس کا تعلق بدیہیات وضروریات دین سے ہے۔

اسی طرح بہت سی احادیث مبارکہ سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"من مات ولیس فی عنقہ بیعۃمات میتۃ جاھلیۃ(٧)

(جو شخص فوت ہوجائے اور اس کی گردن میں بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا)

اس حدیث میں بیعت سے مراد کسی پیر فقیر کی بیعت نہیں بلکہ امام وقائد اور امیر المؤمنین کی بیعت ہے تو جب بیعت کی اس قدر تاکید ہے تو اس سے اندازہ فرمائیے کہ امام وامیر المؤمنین کا وجود کس قدر ضروری ہے بلکہ حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ اگر تین آدمی سفر میں ہوں تو وہ اپنے میں سے ایک کو اپنا امیر بنالیں(٨)۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر

چھوٹی سے چھوٹی جماعت اور سب سے مختصر اجتماع کیلئے بھی یہ واجب ہے کہ وہ اپنے میں سے ایک کو اپنا امیر بنا لے تو اس سے اندازہ لگائیے کہ ایک پورے معاشرہ یا ملک کیلئے اس کی اہمیت کس قدر ہوگی(۹)

حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی شاخوں کو ایک ایک کرکے توڑ دیا جائے گا، جب ایک شاخ ٹوٹے گی تو لوگ اس کے ساتھ والی شاخ سے منسلک ہوجائیں گے، ان میں سے سب سے پہلے جو شاخ ٹوٹے گی وہ شاخ حکومت ہوگی اور آخری شاخ نماز ہوگی(۱۰) ظاہر ہے کہ یہاں حکومت سے مراد اسلامی حکومت ہے اور اسلامی حکومت کا اس کے سربراہ کے بغیر تصور ممکن نہیں اور پھر نماز کے ساتھ اس کا ذکر بھی اس کے وجوب پر دلالت کرتا ہے کیونکہ نماز واجب ہے۔

اسی طرح حضرت عرباض بن ساریہؓ کی مشہور حدیث ہے، جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

"انه من يعش منكم فسيرى اختلافاً كثيراً فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، تمسكوابها وعضوا عليها بالنواجذ، واياكم ومحدثات الامور، فان كل بدعة ضلالة(۱۱)

(تم میں سے جو شخص (میرے بعد زندہ رہے گا، وہ بہت سا اختلاف دیکھے گا(اس اختلاف سے بچنے کیلئے)میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو، اس سے وابستہ ہوجاؤ اور اسے مضبوطی سے تھام لو اور بدعات سے اجتناب کرو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے)

آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد حضرات صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دست مبارک پر خلافت کی بیعت کرلی تھی، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی وفات سے پہلے حضرت عمر فاروقؓ کو اپنا جانشین مقرر فرمادیا تھا اور حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی حیات کے آخری لمحات میں چھ صحابہ کرام کی ایک کمیٹی بنادی تھی، جس نے حضرت عثمان غنیؓ کو امیر المؤمنین مقرر کردیا تھا اور حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد سیدنا حضرت علیؓ کو مسند خلافت پر فائز کردیا گیا تھا، خلافت کے نظام کو قائم کرنے اور اس کے بارے میں کوئی بھی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنے کے سلسلہ میں یہ ہے حضرات صحابہ کرامؓ کی سنت۔ لہذا آنحضرت ﷺ کے مذکورہ بالاارشاد کی روشنی میں جہاں خلفاء راشدین اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دیگر سنتوں پر عمل کرنا واجب ہے، ان کی اس سنت پر عمل کرنا بھی واجب ہے کہ اسلامی ریاست کسی بھی وقت اپنے نظم خلافت اور امارت سے محروم نہ ہو۔

سب سے پہلی اسلامی حکومت خود حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ نے مدینہ منورہ میں قائم فرمائی، آپ اس اسلامی حکومت کے اولین امام وقائد اور سربراہ تھے، آپ نے اس اسلامی حکومت کے استحکام کیلئے کئی انتہائی مدبرانہ اور حکیمانہ اقدامات کیے۔ مثلاً اوس و خزرج کے خاندانوں میں صلح کرائی، انصار و مہاجرین کو سلسلہ مؤاخات میں منسلک کیا، اسلامی افواج کو باقاعدہ مرتب اور منظم کیا، پڑوسی ملکوں کے سربراہوں کے پاس اپنے سفارتی نمائندے بھی بھیجے اور انہیں اپنے مکتوبات گرامی کے ذریعہ اسلام کی دعوت بھی دی، یہودیوں وغیرہ کے ساتھ معاہدے کیے، جنگ، ذمیوں اور قیدیوں وغیرہ سے متعلق احکام کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ واضح فرمایا، مسلمانوں کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے بیت المال کا نظام قائم فرمایا، گورنروں اور قاضیوں کو مقرر کر کے مختلف علاقوں میں بھیجا، شرعی حدود و تعزیرات کے نظام کو قائم کیا۔ الغرض آپ نے ان تمام امور و معاملات سے متعلق راہنمائی فرمائی، جن کی انسانی زندگی میں ضرورت پیش آسکتی ہے۔

شیخ عبد القادر عودہ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ایک سیاسی وحدت میں منسلک کیا اور ان کی اولین ریاست و حکومت کی داغ بیل ڈالی، اس اولین اسلامی ریاست کے آپ خود سربراہ اور امام اعظم تھے، اس حکومت کے دو اہم مشن تھے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تبلیغ

۲۔ اس اسلامی ریاست میں اللہ تعالیٰ کے احکام کا عملی طور پر نفاذ

آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل کے پیش نظر مسلمانوں پر بھی یہ واجب ہے کہ وہ ایک سیاسی وحدت میں منسلک ہوں، اسلامی حکومت کو قائم کریں اور کسی ایسی شخصیت کو اپنا سربراہ مقرر کریں جو رسول اللہ ﷺ کی نیابت و خلافت کے فرائض کو سرانجام دیتے ہوئے اقامت دین اور خالص اسلامی سیاست کے تقاضوں سے عہدہ برا ہو۔

مقاصد حکومت

اسلام میں قیادت و حکومت بذات خود مقصود نہیں ہے بلکہ یہ مقصود تک پہنچنے کا ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے اور وہ مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو زمین میں اس طرح نافذ کیا جائے، جس طرح اس نے حکم دیا ہے نیز اسلامی حکومت کا ایک اساسی مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرض سے عہد برا ہونا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلامی حکومت کے ان اغراض و مقاصد کو حسب ذیل آیت کریمہ میں بڑے اختصار اور جامعیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے:

"الذین ان مکنهم فی الارض اقامواالصلوٰةواتوالزکوٰةوامروابالمعروف ونهواعن المنکرولله‌عاقبةالامور"(۱۳)

(یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکواۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یعنی اللہ کے مددگار اور اس کی تائید و نصرت کے مستحق لوگوں کی صفات یہ ہیں کہ اگر دنیا میں انہیں حکومت وفرماں روائی بخشی جائے تو ان کا ذاتی کردار فسق وفجور اور کبرو غرور کے بجائے اقامت صلواۃ ہو، ان کی دولت عیاشیوں اور نفس پرستیوں کے بجائے ایتائے زکواۃ میں صرف ہو، ان کی حکومت نیکی کو دبانے کے بجائے اسے فروغ دینے کی خدمت انجام دے اور ان کی طاقت بدیوں کو پھیلانے کے بجائے ان کے دبانے میں استعمال ہو۔ اس ایک فقرے میں اسلامی حکومت کے نصب العین اور اس کے کارکنوں اور کارفرماؤں کی خصوصیات کا جوہر نکال کر رکھ دیا گیا ہے، کوئی سمجھنا چاہے تو اس ایک فقرے سے سمجھ سکتا ہے کہ اسلامی حکومت فی الواقع کس چیز کا نام ہے(۱۴)

طریق انتخاب

قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو یہ تلقین فرمائی ہے کہ وہ آپ کی سنت کے ساتھ ساتھ آپ کے خلفاء راشدین کی سنت پر بھی عمل کرے اور یہ بھی قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ چاروں خلفاء راشدین کا طریق انتخاب مختلف تھا، یہ گویا اس بات کی دلیل ہے کہ شریعت نے کسی ایک خاص طریق انتخاب کو مقرر نہیں کیا بلکہ اسے مسلمانوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ اپنے حالات وواقعات کے مطابق اپنی قیادت کے انتخاب کے لئے جس طریق کار کو بھی مناسب سمجھیں اختیار کر سکتے ہیں کیونکہ اہمیت اس بات کی نہیں کہ طریق انتخاب کیا ہو بلکہ اہمیت اس بات کی ہے کہ جن لوگوں کو آپ اپنی قیادت سونپ رہے ہیں، وہ اخلاق و کردار کے کس مقام پر فائز ہیں، چنانچہ اس سلسلہ میں اسلامی شریعت نے کچھ شرائط کو تو باقاعدہ واجب قرار دیا ہے۔

امام وقائد یا امیر المومنین چونکہ اسلامی حکومت کا سربراہ ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ حسب ذیل شرائط پر پورا اترتا ہو:

۱۔ اسلام

اسلامی ریاست میں ہر چھوٹے بڑے منصب پر فائز انسان کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ مسلمان ہو

خصوصاً اسلامی حکومت کے سربراہ کیلئے تو یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ غیر مسلم ہو، اسی طرح دیگر تمام امراء وحکام، عمال اور قضاۃ کے لئے بھی مسلمان ہونا شرط ہے اور یہ شرط بے شمار آیات واحادیث مبارکہ سے ثابت ہے لہذا کسی کافر یا مرتد کو مسلمانوں کا امام وقائد نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ اسلامی حکومت کے قیام سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اسلامی نظام حیات کو نافذ کیا جائے لہذا جو لوگ اس دین سے وابستہ ہی نہیں ہوں گے وہ اسے نافذ کس طرح کرسکیں گے۔ چنانچہ محمد اسد لکھتے ہیں کہ:

"واجب ہے کہ ہم ان حقائق سے آنکھیں بند نہ کریں کہ ہمیں کسی غیر مسلم سے خواہ وہ کیسا ہی مخلص ووفادار اور محب وطن ہو یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ وہ صمیم قلب سے اسلامی نظریہ کی ترویج واشاعت کیلئے کام کرے گا بلکہ انصاف کی بات یہ ہے کہ ہمیں کسی غیر مسلم سے یہ مطالبہ ہی نہیں کرنا چاہیے"۔(۱۳)

۲۔ بلوغت

دوسری بدیہی ولازمی شرط بلوغت ہے، چنانچہ کسی بچے کو مسلمانوں کا امام وقائد اور امیر المؤمنین نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ کسی نابالغ بچے کے لئے امور حکومت کو سرانجام دینا ممکن نہیں ہوتا۔

۳۔ عقل

اس سلسلہ میں ایک لازمی وبدیہی شرط یہ بھی ہے کہ اس شخص کی عقل ماؤف نہ ہو جس کے سر پر آپ مسلمانوں کی امامت وقیادت کا تاج رکھنا چاہتے ہوں، عقل سے محروم تو خود اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا اس کی نگہداشت کے فرائض سرانجام دے، وہ امت کی نگہبانی کا فریضہ کس طرح سرانجام دے سکتا ہے، حدیث میں جن تین قسم کے اشخاص کو مرفوع القلم قرار دیا گیا ہے ان میں سے ایک مجنون بھی ہے(۱۴)

۴۔ مرد

مسلمانوں کی امامت وقیادت کے بلند منصب پر فائز شخصیت کیلئے ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ وہ مرد ہو، علامہ شنقیطی فرماتے ہیں کہ:

"ولا خلاف فی ذلک بین العلماء(۱۵)

(اس مسئلہ میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے)

صحیح البخاری اور دیگر کتب حدیث میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی کہ ایرانیوں نے کسریٰ کی بیٹی کو بادشاہ بنایا ہے تو آپ نے فرمایا:

"لن يفلح قوم ولوا امرهم امرأة(١٦)

(وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پاسکے گی جس نے ایک عورت کو اپنا حکمران بنایا)

قرآن مجید میں بھی مردوں کی عورتوں پر فوقیت کے سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبماانفقوا من اموالهم(١٧)

(مرد عورتوں پر مسلط وحاکم ہیں اس لئے کہ اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے اور اس لئے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں)

آنحضرت ﷺ نے ایک مشہور حدیث میں عورتوں کو عقل اور دین کے اعتبار سے ناقص قرار دیا ہے(۱۸) جب کہ قیادت وسیادت کے مقام پر فائز شخصیت کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ کمال رائے اور تمام عقل کی خوبیوں سے اتصاف پذیر ہو، علاوہ ازیں بھی بہت سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے اسلامی شریعت یہ ضروری قرار دیتی ہے کہ مسلمانوں کی قیادت وسیادت کی باگ ڈور عورتوں کے بجائے مردوں ہی کے ہاتھوں میں ہو۔

۵۔ علم

امام وقائد کے لئے جن بنیادی شرطوں پر زور دیا گیا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ علم کی دولت سے مالا مال ہو خاص طور پر اسے ان علوم سے بہرہ وافر نصیب ہو جو امور مملکت سرانجام دینے کیلئے ضروری ہوں۔ چنانچہ قصہ طالوت میں اس شرط کی طرف اشارہ موجود ہے ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وشددناملكه واتينه الحكمة وفصل الخطاب"(١٩)

(اور ہم نے ان کی بادشاہی کو مستحکم کیا اور ان کو حکمت عطا فرمائی اور (خصومت کی) بات کا فیصلہ (سکھایا)

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا:

"قال اجعلنى على خزائن الارض انى حفيظ عليم(٢٠)

(مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کردیجیے کیونکہ میں حفاظت بھی کرسکتا ہوں اور (اس کام سے) واقف بھی ہوں)

بہرحال مسلمانوں کی قیادت وسیادت کے منصب پر فائز شخصیتوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ علم کے زیور سے آراستہ ہوں، آج کل ہماری اسمبلیوں اور سینٹ میں محض دولت کے سہارے کچھ نیم

خواندہ یا ناخواندہ لوگ بھی پہنچ جاتے ہیں، اسے ہماری بد قسمتی ہی کہا جاسکتا ہے، اس کی بہر آئینہ حوصلہ شکنی ہونی چاہیے۔

۶۔عدل

اسلام مسلمانوں کی قیادت کیلئے ایک ضروری شرط صفت عدل کو بھی قرار دیتا ہے، عدل سے ہماری مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر مبنی ایک ایسا جذبہ ہے، جو انسان کو صغیرہ و کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے روکتا ہے بلکہ وہ انسان کو بسااوقات بعض ایسے مباح امور سے بھی روک دیتا ہے جو مروت کے خلاف ہوں، یہ جذبہ انسان میں ورع وتقوی، صدق وامانت، عدل وانصاف، معاشرتی آداب کی پاسداری اور فرائض وواجبات شریعت کی پابندی کی صفات پیدا کر کے اسے ایک اچھا انسان اور باکردار مسلمان بنادیتا ہے۔ اس شرط سے معلوم ہوا کہ اسلامی شریعت اس بات کو جائز قرار نہیں دیتی کہ معاشرہ کے فاسق وفاجر لوگ مسلمانوں کی قیادت وسیادت کے بلند منصب پر فائز ہوں۔

اسی طرح کچھ اور بھی شرائط ہیں مثلاً یہ کہ وہ شجاعت وبسالت کا پیکر ہو کہ حدود کو قائم کر سکے اور دشمن سے جنگ کا موقع آئے تو کسی دون ہمتی کا ثبوت نہ دے۔ نیز، جسمانی طور پر تندرست و توانا ہو اور اس کے حواس واعضاء سلامت ہوں نیز اس طرح کی اور بھی کئی شرائط ہیں، اختصار کے پیش نظر جن سے ہم صرف نظر کرتے ہیں۔ ویسے بھی یہ موضوع ایک مقالہ کا نہیں بلکہ ایک کتاب کا متقاضی ہے بہرحال ان سطور سے قارئین کرام کے سامنے اسلام کے تصور قیادت کی ایک جھلک یقیناً آگئی ہوگی۔

حواشی ومراجع

١- النساء:٥٩

٢- تفسیر طبری ٧/٤٩٧، تحقیق احمد شاکر

٣- تفسیر ابن کثیر ٢/٣٠٣، طبع دار الشعب، ڈاکٹر محمد ابراھیم البنا ومحمد احمد عاشور وعبدالعزیز غنیم۔

٤- المائدہ:٤٨

٥- المائدہ:٤٩

٦- الحدید:٢٥

٧- صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلفاء حدیث نمبر ١٨٨١

٨- سنن، کتاب الجہاد، باب ٨٧ (عون ٧/٢٦٧)

٩- الحسبۃ، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ص:١١، ط اول ١٩٧٦ء، دار الشعب، تحقیق صلاح عزام۔

١٠- مسند احمد، ج:٥، ص:٢٥١، صحیح ابن حبان حدیث نمبر ٢٥٧، مستدرک حاکم، ج:٤، ص:٩٢

١١- سنن ترمذی، کتاب العلم، باب:١٦، حدیث نمبر ٢٦٧٦، سنن ابی داوٗد، کتاب السنہ
باب:٥ (عون ١٢/٩،٣٦٠)، سنن ابن ماجہ، المقدمہ، باب نمبر ٦، حدیث نمبر ٤٢، مسند
احمد، ج:٤، ص:٢٦

١٢- الحج:٤١

١٢- تفہیم القرآن، ج:٣، ص:٢٣٤

١٣- منہاج الاسلام فی الحکم، ص:٨٣ (عربی ترجمہ از منصور محمد ماضی)

١٤- صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب لایرجم المجنون والمجنونۃ (فتح الباری ١٢/١٢٠)

١٥- اضواء البیان، ج:١، ص:٥٥، امام ابن حزم نے اسے ان مسائل میں سے شمار کیا ہے، جن پر
تمام امت کا اجماع ہے ملاحظہ فرمائیں، مراتب الاجماع، ص:١٢٥

١٦- صحیح البخاری، کتاب الفتن باب نمبر ١٨ (فتح الباری ١٣/٥٣)

١٧- النساء:٣٤

١٨- صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب ترک الحائض الصوم (فتح الباری، ج:١، ص:٤٠٥

١٩- یس:٢٠

٢٠- سورۃ یوسف:٥٥